سیکولرائز کرنے کے عمل کی صورت میں مدارس کی اصلاحات: ماضی کی روسی سلطنت سے ایک رائے

تحریر۔ مصطفی طونا

ترجمہ۔ سید علی ایمن رضوی

ایک اہم سوال یہ ہے کہ مسلمانوں میں اصلاحات کے ضمن میں کیا اسلامی ہے اور کیا نہیں ہے؟ ہم کیسے یہ فرق کر سکتے ہیں کہ یہ تو ایک اسلامی طریقہ کار کے اندر اصلاحات ہیں اور یہ ایک اسلامی معاشرے میں اسلامی روایات کے ڈھانچے میں ہی تبدیلی ہے۔ ہم فکری یا علمی منصوبے کی حیثیت سے اصلاحات اور اس منصوبے کو حقیقت کی شکل دینے کے مابین تعلق کیسے قائم کریں گے (یا کچھ معاملات میں، اس طرح کی تشکیل کی عدم موجودگی)؟ یہ مضمون ایدل اور ال کے خطے کے تناظر میں ان سوالات پر بحث کرتا ہے، جہاں اصلاح پسند مسلمانوں نے موجود اسلامی تعلیمی اداروں کی اصلاح کی کوشش کی، خصوصاً دینی ادارے، جنہیں "مدارس" کہا جاتا ہے اور اس کا مقصد اس علاقے کی مسلم آبادی کو جدید طرز پر استوار کرنا تھا۔ ایدل اور ال کے علاقے کے مسلمانوں میں تعلیمی اصلاحات کے اقدامات، مسلمان گروپس اور اداروں کے دائرہ کار میں شروع ہوئے تھے۔ لیکن خاص طور پر روس کے ۱۹۰۵ کے انقلاب کے بعد، متعدد ممتاز مدرسوں میں اصلاحات مختلف غیر مذہبی اور یہاں تک کہ بعض اوقات مغربی یورپی جدیدیت کی عالمگیریت سے اٹھنے والے مذہب مخالف اثرات کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں، ان مدارس میں تعلیم اور طلبا کی مجموعی صورتحال ان کو سیکولر بنانے کے عمل کی راہ گزر بن گئی، اور اسلام بحیثیت نظام اوجھل ہو گیا اور بہت سارے طلباء کے لئے اس میں کشش نہ رہی۔ وہ بعد میں ایک اصلاحی تحریک کا حصہ بن گئے جس کا طریقہ کار مستند اسلامی طریقہ کار سے ہٹ کر تھا۔

اہم علماء کے نزدیک، اسلام میں اصلاحات کا نظریہ عموماً اسلام کے دو مستند ذرائع، قرآن اور حدیث، میں تجدید اور درستگی (اصلاح) کے تصورات سے مربوط ہے۔ لہذا یہ علماء اسلام کی ابتدائی صدیوں تک مسلمانوں میں اصلاحات کی تاریخ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یورپ کے عالمی عروج حاصل کرنے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، خاص طور پر اٹھارہویں صدی سے۔ یہ ایک تاریخی پیشرفت تھی، جس نے اصلاح پسند مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنی کوششوں کا رخ مغربی یورپی ریاستوں اور دنیا بھر کی مسلم آبادیوں کے مابین بڑھتے ہوئے طاقت کے فرق سے نمٹنے کی طرف کریں۔ انیسویں صدی کے آخر سے، اس مشکل سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے اصلاح پسند مسلمانوں کے عمومی رد عمل یہ رہے ہیں کہ اسلامی عقائد، قانون اور اداروں کو جدیدیت کے بدلتے ہوئے معیارات کے مطابق کیا جائے۔ ان اصلاح پسند مسلمانوں کے مطابق یہ اس لئے ضروری ہے تا کہ مسلمان ان معیارات کے مطابق ڈھل سکیں۔ علما عام طور پر مسلمانوں کے مابین ایسی کوششوں کو "اسلامی" یا "اسلام کے اندر" قرار دیتے ہیں، اس طرح انہیں ایک اسلامی نقطہ نظر میں تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاہم، ایدل اورال مسلمانوں کے معاملے میں، اگرچہ تعلیمی اصلاحات کی تحریک، اسلامی نظامِ تعلیم کو بہتر بنانے کی کوشش کے نتیجے میں شروع ہوئی، لیکن یہ آہستہ آہستہ اس نظام اور عمومی طور پر اسلام سے دور لے جانے والی ایک تحریک میں بدل گئی۔ بالآخر یہ اس مقام تک پہنچ گئی کہ اس کا مطلب اسلامی روایات کو چھوڑنا اور اس کی جگہ مغرب زدہ اور سیکولر تعلیمی نمونہ اپنانا بن گیا۔

میں یہاں ایدل اورال مسلمانوں میں مدرسہ اصلاحات کے حصول میں اسلام کے اندر یا اس سے دور جانے کے سلسلے میں امتیاز کر رہا ہوں۔ میں ان اصلاحات کی بات کر رہا ہوں جو اجماع امت سے یا ان ناقابل تغیر "قرآنی متن" کے ساتھ مطابقت پر مبنی نہیں ہیں جو یہ فیصلہ یا وضاحت کرتی ہیں کہ کیا اسلامی ہے۔ ماضی اور حال کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی اصولی اور عملی، دونوں لحاظ سے بہت سے اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن کا متن یہ وضاحت کرتا ہے کہ کیا اسلامی ہے، تاہم یہ مختلف سیاق وسباق میں بدل سکتا ہے اور بدلتا ہے، اور یہ لچک "کیا اسلامی ہے اور کیا اسلامی نہیں ہے" کے اردگرد کی تیز دھار حد بندی کے امکان کو ختم کر دیتی ہے۔

تو پھر، اسلام کے اندر چلنے والی ایک تحریک اور ایک ایسی تحریک میں کیا فرق ہے جو اسے اسلام سے دور لے جائے؟
اس سوال کے جواب میں مجھے طلال اسد کی اسلام کی تعریف بحیثیت "استدلالی روایت" بہتر لگتی ہے۔۔ اسد کا مؤقف ہے کہ اسلام "ایک روایت ہے "جو" قرآن اور حدیث کی بنیادی نصوص کو شامل کرتا ہے اور ان سے مربوط ہوتا ہے"۔ لیکن پھر بھی یہ ایک استدلالی روایت ہے کیونکہ یہ "صاحب عمل" کے تصورات پر انحصار کرتا ہے جو رہنمائی کرتے ہیں کہ مناسب کارکردگی کیا ہے، اور ماضی کے ان طریقوں سے کیسے مربوط ہے جو روایت کے لئے اہم ہوں گے، نہ کہ کسی پرانے طریقے کی بلاسوچے سمجھے ظاہری تکرار۔ لہذا ایک عمل اسلامی ہو جاتا ہے اگر "اسے اسلام کے استدلالی عقائد سے اجازت ملے"، اور کسی خاص پس منظر سے تعلق رکھنے والے مجاز افراد، چاہے وہ علما، مبلغین، صوفی استاد یا یہاں تک کہ کسی کے والدین ہی ہوں، کی طرف سے "مسلمانوں کو سکھایا بھی جاتا ہو"۔ یہ تعریف زمان ومکان سے ماورا ہو کر "اسلامی" ہونے کے معنی کی لچک کو محفوظ رکھتی ہے۔ لیکن اس سے ہمیں یہ بھی اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے کہ ایدل اورال خطے کی مدرسہ اصلاحات کا استدلالی اسلامی روایت سے کس طرح کا تعلق ہے۔ اگر اصلاحی سرگرمی اسلامی اصولوں اور استدلالی مثالی معیارات کی تعمیل کی انتہائی ضرورت ہی کے بارے میں رویوں کی تبدیلی کا آغاز کرتی ہے، یا اگر یہ اپنے شرکاء کو ان اصولوں اور نظریات کو برقرار رکھنے اور مربوط کرنے کے لئے درکار اختیاراتی ڈھانچے سے ہی کاٹ دیتا ہے تو اسے ایک ایسی تحریک کہا جا سکتا ہے جو اسلامی روایات سے باہر ہے۔ ایدل اورال مسلمانوں میں تعلیمی اصلاحی تحریک ان دونوں شرائط کو پورا کرتی ہے، اور اسی لئے میرا کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس اصلاحی تحریک کو ایسے سمجھا جائے جو اسلامی روایات سے کسی اور چیز کی طرف تبدیلی کی نشاندہی کرتا ہے۔

تعلیمی اصلاحات کا پس منظر

ایدل اورال خطے میں مدرسہ اصلاحات دو وسیع تر تبدیلیوں کے تناظر میں نمودار ہوئیں: روسی سلطنت کے زیر سایہ بڑے پیمانے پر اصلاحاتی منصوبے جن کا مقصد مغربی یورپ کی ترقیاتی سطح کے برابر آنے کی کوشش کے سلسلے میں انتظامی اور معاشی استعداد میں اضافہ کرنا، اور اسلامی احیاء کی تحریکیں جو اندر سے اٹھیں اور تقریباً اٹھارہویں صدی سے لے کر اب تک

پوری دنیامیں مسلم معاشروں کے اندر پھیل گئیں۔ عبد الرحیم بن عثمان عثیمین (۱۷۵۴-۱۸۳۵) اور ابو ناصر عبد الناصر القرصاوی (۱۷۷۶-۱۸۱۲) دو اہم مسلمان علما تھے جو ایدل اورال خطے سے تعلق رکھتے تھے، جن کے کاموں میں ہم اٹھارویں صدی کی مذہبی احیائی تحریکوں کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ سترہویں صدی کے وسط اور انیسویں صدی کے آخر کے درمیان میں، ایدل اورال خطے کے اسلامی تعلیم کے خواہشمند طلبہ بخارا، یاماوراء النہر کے علاقوں میں جاتے تھے، تاکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کی جاسکے جو روس میں نہیں مل سکتی تھی۔ عثیمین اور قرصاوی نے بھی بخارامیں تعلیم حاصل کی۔ لیکن پھر انہوں نے قدیم عرصے سے بخارامیں قائم شدہ اسلامی تعلیمی نظام اور مسلمانوں کی روزمرہ زندگیوں پر اس کے عملی مضمرات کے از سرِ نو جائزے کا مطالبہ کیا۔ دنیا بھر کے اٹھارہویں صدی کے مسلم مصلحین کے ایک مشترکہ مرکزی خیال کی پیروی کرتے ہوئے، خاص کر قرصاوی نے، اپنے زمانے کے علمائے کرام پر قرآن اور حدیث جیسے بنیادی مآخذ سے منحرف ہونے اور بعد کے علما پر اعتماد کرنے پر تنقید کی۔ ان تنقیدوں کی وجہ سے ایدل اورال کے علماء کے مابین دیر تک بحثیں چلتی رہیں اور خطے میں اسلامی تعلیمی نظام کے معیار کے بارے میں عدم اطمینان کی ایک ہوا پیدا کرکے مذہبی اور تعلیمی اصلاحات کے لئے ماحول فراہم کیا۔

اس کے بعد انیسویں صدی کے آخر میں، روسی شاہی ڈھانچے میں وسیع تبدیلیوں کے نتیجے میں ایدل اورال کے مسلمانوں میں تعلیمی اصلاحات کی ایک اور عملی ترغیب ابھری۔ کریمیا کی جنگ (۱۸۵۳-۱۸۵۶) میں یورپی طاقتوں اور سلطنت عثمانیہ کے ہاتھوں شکست کے بعد روسی ریاست نے اصلاحاتی منصوبوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جو "عظیم اصلاحات" کے نام سے مشہور ہوا۔ ان منصوبوں کے ساتھ ساتھ روس کے معاشی، سیاسی اور عملی ڈھانچے میں بہتریاں، جو پہلی جنگ عظیم تک جاری رہیں، نے ایدل اورال مسلمانوں کے لئے بہت سارے مواقع پیدا کیے۔ ریلوے، ڈاک کے نظام اور بڑے مالیاتی اداروں نے باقی دُنیا سے الگ مسلمان آبادیوں کو بہت تیزی سے عالمگیر وسعت پاتی عالمی معیشت نے متاثر کیا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے لئے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ وہ روس کے بڑے بڑے شہروں یا عثمانی علاقوں اور مصر تک سفر کرسکیں یا ان علاقوں میں رہ سکیں۔ یہاں تک کہ کچھ مغربی یورپ تک گئے۔ بڑھتی ہوئی افسر شاہی اور بلدیاتی انتظامی اداروں کے تعارف نے شاہی ریاست کو اپنے رعایا کے قریب کردیا۔ وہ خدمات جن تک مسلمانوں کی شاذونادر ہی رسائی حاصل تھی، مثلاً شاہی تعلیمی ادارے یا صحت عامہ کی سہولیات، اب ان کو آسانی سے دستیاب ہو گئی تھیں، خاص طور پر نسبتاً شہری علاقوں میں۔

ان تبدیلیوں کی اہمیت کی ایک اہم علامت وہ حمایت ہے جو دولت مند مسلم تاجروں نے ایدل اورال خطے میں تعلیمی اصلاحات کے اقدامات کو فراہم کی۔ تاجروں نے اس خطے کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کا سب سے پہلے ادراک کیا جس نے ایدل اورال مسلمانوں کے بیرونی دنیا سے منقطع کسان طبقات کو گھیر اہوا تھا۔ اس طرح انہوں نے نوجوان مسلمانوں کو بڑھتی ہوئی سرمایہ دارانہ اور عالمی سطح پر مربوط معیشت کے تقاضوں کو اپنانے کے لئے مہارتوں کی تربیت دینے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ ایدل اورال خطے میں پہلے اصلاحی مدرسوں میں سے ایک کا بانی علیم جان بارودی (۱۸۵۷-۱۹۲۱)، جو محمد جان علیوف (۱۸۳۲-۱۹۰۹) کا بیٹا تھا جو ایک کامیاب سوداگر تھا، اور جس نے قازان کے شہر میں ۱۸۶۰ کی دہائی میں ایشیائی جوتے اور ٹوپیاں فروخت کر کے بہت پیسہ کمایا۔ علیوف نے مالیات میں بھی دلچسپی ظاہر کی، قازان کے متعدد بینکوں کی مجالس کا رکن بنا اور سن ۱۸۷۵ سے ۱۹۰۵ کے درمیان قازان شہر دوما کے منتخب رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اسی طرح، انیسویں صدی کے آخر میں اور بیسویں صدی کے اوائل کے سب سے بڑے روسی مسلمان تاجر خاندانوں میں سے ایک، حسینیوف برادران نے، اورال خطے میں کم از کم دو بڑے مدرسوں میں اصلاحاتی اقدامات کے لئے مالی اعانت فراہم کی: اورنبرگ میں واقع حسینیہ مدرسہ اور اوفا میں عثمانیہ مدرسہ۔ عثمانیہ مدرسے کے ایک فارغ التحصیل، ضیا کمالی (۱۸۷۳ء-۱۹۴۲) نے اوفا مسلم فلاحی انجمن کے وظیفے پر قاہرہ میں تعلیم حاصل کی، اور جب ۱۹۰۴ میں وہ واپس آیا تو اوفا کے مالدار مسلمانوں نے ایک بڑا مدرسہ، علیہ، کھولنے میں اس کی مدد کی، جس کا تعلیمی نظام مغربی تھا جو مذہبی نصاب کے علاوہ کیمسٹری، تاریخ، نفسیات اور روسی زبان بھی پڑھاتا تھا۔

تعلیمی نظام کے نمونے

ایدل اورال مسلمانوں کی اپنے اسلامی تعلیمی نظام کے معیار پر عدم اطمینان اور روسی شاہی ڈھانچے میں ہونے والی تبدیلیوں کے اثرات کے پس منظر میں، جس کے تحت خطے میں مدرسہ اصلاحات عمل میں آئیں، لیکن وہ یہ واضح نہیں کرتے ہیں کہ یہ اصلاحات تحریک میں کیسے تبدیل ہوئیں۔ اس کا جواب ان نظریاتی ڈھانچوں میں ہے جنہوں نے ایدل اورال کے

اصلاح پسندوں کو متاثر کیا، یعنی سلطنت عثمانیہ اور مصر میں عام تعلیم کے مغرب سے متاثر شدہ تعلیمی اداروں کا نظام۔ ایدل اورال مسلمان ان دونوں مقامات کو مسلم حکومت والے علاقے سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود، وہ فکری ثقافت جو عام تعلیم کے ان کے مغربی اداروں کے ارد گرد پروان چڑھی، جو سیکولر اور یہاں تک کہ مذہب مخالف نظریاتی سامان سے لیس تھی، بالآخر ایدل اورال خطے کے اصلاح شدہ مدرسوں اور ان کے طلبا میں سرایت کر گئی۔

تعلیمی اصلاحات کو مسلم معاشروں کے احیا کے ایک ذریعہ کے طور پر پیش کرنے کا نظریہ انیسویں صدی کے آخر میں دنیا کے بہت سارے حصوں میں مسلم اصلاح پسندوں کے مابین ایک مشترکہ موضوع تھا۔ اس خیال نے بہت ساری مختلف شکلیں اختیار کیں جن میں ۱۸۶۰ کی دہائی میں تیونس کے زیتونیہ مدرسہ میں معمولی تبدیلی سے لے کر ہندوستان کے علی گڑھ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج تک تھا جو ۱۸۷۵ میں کھلا تھا۔ لیکن تعلیمی اصلاحات کی جس خاص تعبیر سے ایدل اورال خطہ کے طلباء اور علما متاثر ہوئے، وہ عثمانی خلافت اور مصر میں عام تعلیم کے مغرب سے متاثر شدہ تعلیمی اداروں کی تخلیق تھا۔ خاص طور پر سلطنت عثمانیہ میں، فوجی انجینئرنگ اسکول، پیشہ ورانہ تعلیمی ادارے خاص طور پر طبی، فوجی اور عدالتی، عوام کے لیے مختلف درجوں کے تعلیمی ادارے اور استنبول میں یونیورسٹی نے ایک نیا تعلیمی نظام تشکیل دیا جو موجودہ اسلامی تعلیمی اداروں سے ہٹ کر خود مختار اور متوازی تھا۔

یہ کوئی اتفاق نہیں تھا کہ عثمانی اور مصری عام تعلیمی اداروں کو ایدل اورال خطے میں مدرسہ اصلاحات کے نمونے کے طور پر منتخب کیا گیا تھا۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں روس کے بیشتر معروف اصلاح پسند مسلمانوں نے ان ممالک کے علما اور فکری حلقوں کے ساتھ قریبی تعلقات قائم اور برقرار رکھے تھے۔ اس طرح کے رابطوں کو آسان بنانے میں پرنٹ میڈیا کا کردار بھی تھا تاہم روسی سلطنت سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد انیسویں صدی کے دوسرے نصف حصے میں نقل و حمل میں بہتری کی بدولت عثمانی علاقوں کا سفر کرتی تھی، جن میں سے زیادہ ترحج ادا کرنے کے لئے سفر کرتے تھے۔ مزید برآں، کریمیا کی جنگ اور قفقاز کے علاقے پر روسی حملے کے بعد لاکھوں روسی مسلمان، خاص کر کریمیا اور قفقاز کے علاقوں کے بلکہ ایدل اورال خطے کے مسلمان بھی اناطولیہ اور عثمانی بلقان کے علاقوں کی طرف ہجرت کر

گئے۔ مثال کے طور پر، جب ۱۸۷۴ میں کریمیا سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور اصلاح پسند روسی مسلمان اسماعیل گیسپیرالی استنبول تشریف لائے تو ان کی میزبانی کے لیے ان کے پھوپھا پہلے سے ہی اس شہر کے رہائشی تھے۔

روسی سلطنت سے تعلق رکھنے والے مسلمان طلباء نے سلطنت عثمانیہ میں اعلی تعلیم کے مغرب سے متاثر شدہ اداروں میں تعلیم حاصل کی، اور ان میں سے کچھ نے روس واپس آ کر ایسے تعلیمی اداروں میں پڑھانا شروع کیا یا قائم کیے جو یورپی تعلیمی اصولوں کے مطابق یورپ سے متاثرہ مضامین کی تعلیم دیتے تھے۔ قازان کے علاقے سے تعلق رکھنے والے فتح کریمی، جو استنبول کے عثمانی امپیریل اسکول آف پبلک ایڈ منسٹریشن سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اوفا کے حسینیہ مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے، اپنے یورپی سفری تحریروں میں استنبول میں قائم متعدد اعلیٰ تعلیم کے مغربی اداروں کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں جہاں روسی مسلمان طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے یا کر سکتے تھے۔ عبید اللہ بابی (۱۸۶۵-۱۹۳۸) اسی اسکول سے فارغ التحصیل ہوئے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد اورال کے صوبہ ویاتکا میں اپنے گاؤں واپس آئے، جہاں اس نے اور اس کے چھوٹے بھائی عبد اللہ بابی (۱۸۷۱-۱۹۲۲) نے گاؤں کے مدرسے کو روسی سلطنت کے ایک متنازعہ ترین مغربی نظریات سے متاثر شدہ مدرسے میں تبدیل کر دیا۔

یہاں تک کہ جب روسی مسلمان طلباء جو عثمانی علاقوں یا مصر جاتے تھے جو بظاہر روایتی اسلامی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے تھے، جیسے مدینہ کے مدارس یا قاہرہ کا الازہر، لیکن پھر بھی ان پر جدیدیت پسند علما کا اثر پڑ سکتا تھا۔ ان میں بیسویں صدی کے اوائل کے الازہر کے نامور مسلمان اصلاح پسند محمد عبدہ اور وہ علما شامل ہیں، جنھیں عبد الحمید دوم (۱۸۷۶ء-۱۹۰۹) نے انکی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے مدینہ جلاوطن کیا تھا۔ مثال کے طور پر، محمد عبدہ کا اوفا میں قائم علییہ مدرسہ کے بانی ضیا کمالی پر اور روس کے ایک بااثر مسلمان اصلاح پسند اور سیاسی کارکن عبد الرشید ابراہیم (۱۸۵۷-۱۹۴۴) پر بہت اثر تھا۔ خاص طور پر ۱۹۰۵ کے انقلاب میں، ان کی سیاست کا آغاز مدینہ میں جلاوطن عثمانی علماء اور دانشوروں کی مدد سے ہوا۔

ایدل اورال خطے کے علما، جن کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی، نے عثمانی علاقوں اور مصر کا سفر بھی کیا اور استنبول، مکہ، مدینہ اور قاہرہ جیسے بڑے شہروں کے علما اور دانشور شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ مثال کے طور پر، بارودی نے پہلے قازان اور پھر بخارا میں تعلیم حاصل کی۔ جب وہ فارغ ہوا تو اپنا ایک مدرسہ قائم کرنے کے لئے قازان واپس آیا۔ اس مدرسے کا نام اس نے

اپنے والد محمد جان علیوف کے نام پر "محمدیہ مدرسہ" رکھا۔ اس نے پہلے ہی ذہن بنایا ہوا تھا کہ مدرسہ کے تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے، لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کام کو کیسے کیا جائے۔ ۱۸۸۶ میں وہ استنبول اور قاہرہ کے راستے حج کے سفر پر گیا اور سلطنت عثمانیہ کے علماء کرام اور دانشوروں سے راستے میں تبادلہ خیال کیا۔ بعد میں انہوں نے لکھا کہ اس سفر نے "مذہب کے میدان میں ان کی تفہیم کو تقویت بخشی اور مدرسہ اصلاحات کے بارے میں ان کے نظریات کو درست کیا۔" بارودی اس بات کی وضاحت نہیں کرتا کہ اس سفر میں ان کی ملاقات کن کن سے ہوئی یا ان ملاقاتوں کے نتیجے میں مدرسہ اصلاحات کے بارے میں اس کے نظریات نے کیسے نشوونما پائی۔ لیکن اس نے محمدیہ مدرسہ میں جن تبدیلیوں کا آغاز ۱۸۹۰ کی دہائی کے اوائل میں کیا تھا، ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ سلطنت عثمانیہ میں رائج مغربی محرکات سے متاثر تھا۔ بارودی غالباً گیسپیر الی سے بھی متاثر ہوا تھا، جس نے عثمانی دانشور حلقوں سے قریبی روابط برقرار رکھے تھے اور اپنی تحریروں اور ذاتی حوصلہ افزائی کے ذریعہ روسی سلطنت اور وسطی ایشیاء میں بہت سارے اصلاح پسند مسلمانوں کو متاثر کیا تھا۔ بارودی کے پہلے اصلاحاتی اقدامات میں سے ایک یہ تھا کہ تعلیم خواندگی کا ایک نیا طریقہ متعارف کرایا گیا، اصول جدید (نیا طریقہ)، جو گیسپیر الی نے سلطنت عثمانیہ سے مستعار لیا تھا اور روس میں ۱۸۸۴ سے اس کی تشہیر کی کوشش کر رہا تھا۔

اسی طرح، زین اللہ رسولی (۱۸۳۵-۱۹۱۷) نے ایدل اورال خطے میں تعلیم حاصل کی۔ وہ ۱۸۶۹ اور ۱۸۸۲ میں حج کے دو سفروں پر گیا، جس کے دوران اس نے بڑے شہروں کے مشہور مذہبی علما سے ملاقاتیں کیں۔ اپنے پہلے سفر میں انہوں نے صوفی نقشبندی سلسلے کے شیخ احمد ضیاالدین الکمشخانوی کے ہاتھوں خالدیہ سلسلے میں بیعت کی۔ شیخ احمد ضیاالدین الکمشخانوی جدید مسائل کے لئے قابل قبول اسلامی حل تلاش کرنے کے بارے میں اپنے جدید نظریات کے لئے مشہور تھے، جیسے بینکنگ کے مقابلے میں باہمی امدادی معاشرے کا آغاز۔ روس میں رسولی نے نقشبندی خالدی شیخ کی حیثیت سے ایک بڑی جماعت کو جمع کر لیا، اور ۱۸۸۴ میں اپنے پیروکاروں کی مدد سے اس نے ایک کمپلیکس تعمیر کیا جس میں ایک مسجد، لائبریری، سرائے اور مدرسہ شامل تھا، جو رسولی مدرسہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ۱۸۹۰ کی دہائی میں، اور خاص طور پر بیسویں صدی کے اوائل میں جب رسولی کے بیٹے عبدالرحمٰن رسولی نے اپنے والد کے ساتھ مدرسے کا انتظام سنبھالا تو رسولی مدرسہ بھی روسی سلطنت کے اصلاح شدہ مدارس میں شامل ہو گیا۔

نئے یورپی طرز پر قائم سکولوں کی تشکیل کے علاوہ، عثمانی اور مصری مدرسوں کی نشو و نما اور ترقی ہوئی، خاص طور پر بیسویں صدی کے اوائل میں۔ مزید یہ کہ مصر میں اصلاحی اسلامی تعلیمی اداروں کے قیام کی مختلف کوششیں ہوئیں۔ لیکن یہ پیشرفتیں ان نئے اسکولوں کے اضافے کے مقابلے میں بہت کم تھیں جو عام تعلیم فراہم کر رہے تھے، اور انیسویں صدی کے آخر تک اسکولوں سے فارغ التحصیل افراد حکومتی اداروں، فوج اور طباعت میں چھا چکے تھے، نہ صرف سلطنت عثمانیہ میں بلکہ مصر میں بھی۔ یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ مذہبی تعلیمی اداروں میں ہونے والی بہتری سے کہیں زیادہ ان بنیادی تعلیمی اداروں کی تعداد میں حیران کن اضافہ تھا، جس نے روس میں اصلاح پسند مسلمانوں کی توجہ حاصل کی۔

روس میں اصلاحات کا نفاذ

ایدل اورال خطے کے اصلاح پسند مسلمان عثمانی یا مصری نمونہ کی براہ راست پیروی کر سکتے تھے اور تعلیمی اداروں کو کھولنے کی کوشش کر سکتے تھے، لیکن اس کے بجائے انہوں نے اس علاقے کے مدارس کی اصلاح پر اپنی کوششیں مرکوز کیں۔ جدید تعلیمی اداروں کے معیارات کے حساب سے ایدل اورال کے مدارس میں بہت ساری کمیاں اور کوتاہیاں تھیں جو ان اصلاح پسندوں کے مشاہدہ میں سلطنت عثمانیہ، مصر اور روسی سلطنت میں آئیں۔ ان کی عمارتیں اکثر ناقص حالت میں ہوتی تھیں جن میں عام سہولیات اور حفظان صحت کے معیار کی کمی پائی جاتی تھی۔ زیادہ تر مدرسوں میں صرف ایک استاد ہوتا تھا جو اسلامی علوم کے صرف ایک یا چند شعبوں کو ہی پڑھا سکتا تھا، جس کی وجہ سے طلبہ کو پڑھائی کے دوران مستقل طور پر مدارس بدلنے پڑتے تھے۔ طلبا جو کتابیں پڑھتے تھے وہ عربی زبان میں ہوتی تھیں، جو ترک زبان بولنے والے ایدل اورال کے مسلمانوں کے لئے ایک غیر ملکی زبان تھی لیکن علاقے کے مدارس زبان کی صرف ناقص تعلیم مہیا کر سکتے تھے۔ طلباء اپنے اساتذہ کی نگرانی میں کتابوں کی کم و بیش ایک طے شدہ فہرست کا مطالعہ کرنے کے لئے ایک مدرسے میں داخل ہوتے تھے، جن میں سے ہر کوئی اپنی رفتار سے آگے بڑھتا تھا۔ زیادہ تر تمام مطلوبہ کتب پڑھنے کے لئے اتنا طویل وقت لگتا تھا جو کہ حوصلہ شکنی کا باعث بنتا تھا۔ اس کے باوجود، خطے کے مدارس کا بنیادی کام اس علاقے کی مسلم آبادی کو دینی افراد مہیا کرنا تھا، اور انہوں

نے اس کام کو مناسب طریقے سے پورا کیا۔ یقیناً انیسویں صدی کے آخر میں، جب اصلاحات کے بڑے بڑے منصوبے شروع ہوئے، اس خطے کے مدارس نے اتنی زیادہ تعداد میں دینی افراد مہیا کیے جو اس علاقے کی ضروریات سے کافی زیادہ تھے۔ لہذا کم از کم مفروضے میں وہ لوگ اصلاح پسند مدارس کا پیچھا چھوڑ کر عام تعلیمی اداروں کو قائم کر سکتے تھے۔

لیکن عام تعلیمی اداروں کے قیام کے لئے روسی شاہی ریاست سے اجازت حاصل کرنا ضروری تھا، اور کم از کم ۱۹۱۰ تک اس کا امکان نہیں تھا۔ تاہم مدرسہ اصلاحات کے ابتدائی دور میں مدارس سرکاری مداخلت سے نسبتاً آزاد تھے۔ ۱۸۷۰ کی دہائی سے پہلے روسی حکام اسلامی تعلیمی اداروں کو مساجد سے وابستہ سمجھتے تھے، اور ایدل اورال خطے میں مساجد اورینبرگ روحانی مجلس کے دائرہ اختیار میں تھیں۔ یہ ادارہ ایدل اورال، بیشتر یورپی روس اور سائیبیریا میں مسلمانوں کے مذہبی امور کا انتظام کرتا تھا اور وزیر داخلہ کو جواب دہ تھا۔ ۱۸۷۰ کی دہائی سے شاہی ریاست نے مکتب (ابتدائی مسلمان سکول) اور مدرسوں کے دائرہ اختیار کو اسمبلی سے وزارت برائے عوامی روشن خیالی کو منتقل کرنے کے لئے بار بار قوانین منظور کیے، لیکن وہ ان قوانین کو نافذ کرنے میں ناکام رہی۔ آخر میں، اسمبلی نے مکتبوں اور مدرسوں پر اپنا اختیار کھو دیا جبکہ وزارت ان کو حقیقی کنٹرول میں رکھنے میں ناکام رہی۔ مسلم معاشروں نے مکاتب اور مدرسوں کی نگرانی اور ان کے انتظام کے لئے سکول حکام کی کوششوں کو مسلسل ناکام بنایا۔ اور وزارت داخلی امور بھی محتاط تھی کہ پولیس کی طاقت کے ذریعہ وزارت برائے عوامی روشن خیالی کے حکام کی پشت پناہی کے نتیجے میں مسلمانوں میں مذہبی بغاوت کو نہ اکسایا جائے۔ نئی صدی کے آغاز میں وزارت برائے عوامی روشن خیالی اس قابل ہو گئی کہ ۱۸۷۰ کے بعد کھلنے والے تمام مدارس میں روسی زبان کو نصاب کے حصے کے طور پر شامل کروا سکے یا باضابطہ طور پر توثیق ہو سکے۔ کبھی کبھار یہ بعض مکاتب اور مدرسوں کو بند بھی کر دیتے تھے، لیکن یہ اس بات کو باضابطہ نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمان اساتذہ اپنے طلباء کو کیا تعلیم دے رہے ہیں یا وہ اسے کس طرح پڑھاتے ہیں۔

اس طرح، خاص طور پر ۱۸۸۰ اور ۱۸۹۰ کی دہائی میں، جب روسی سلطنت میں مسلم اسکولوں میں تعلیم کی بہتری کے لئے پہلی خاطر خواہ کوششیں ہوئیں، مکتب اور مدارس انتظامی غیر یقینی کی حالت میں لٹکے ہوئے تھے۔ مسلمان اصلاح پسند ایک پرانے مدرسے پر قبضہ کر سکتے تھے اور وزارت برائے عوامی روشن خیالی سے اجازت حاصل کیے بغیر یا اس کے معائنہ کاروں کی نگرانی میں رہ کر اس کے نظام تعلیم پر تجربہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ ایک نیا مدرسہ کھولنا چاہتے تھے تو ریاستی مداخلت سے بچنے کے

لئے انہیں صرف یہ کرنا تھا کہ وہ صرف روسی زبان کو بطور مضمون نصاب میں شامل کر لیں، اور اصلاح پسندوں نے بہر حال بخوشی یہ کام کیا۔۔

اصلاح پسندوں کے لئے مدارس کے موجودہ نظام کا ایک اور فائدہ یہ تھا کہ ایدل اورال خطے کے مسلمانوں کی نظر میں اسلامی تعلیم کی حیثیت بہت اعلی درجے کی تھی، جس کا عملی معنی یہ تھا کہ مادی امداد اور طلبا کی مسلسل فراہمی یقینی ہو گی۔ تقریبا ہر روسی مسلم کمیونٹی اپنی دینی ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے ایک ملا (کسی مدرسے سے فارغ التحصیل شدہ) کی خدمات حاصل کرتی تھی، اور تقریبا ہر ملا اس معاشرے کے بچوں کو ابتدائی اسلامی تعلیم فراہم کرتا تھا۔ اس کے علاوہ سیکڑوں اسلامی علما، جو زیادہ اعلی درجے کے علم کے حامل تھے، مساجد میں خواہشمند نوجوانوں کو مدرسہ کی سطح پر دینی تربیت فراہم کرتے تھے اور جب سرمایہ دستیاب ہوتا تو الگ عمارتوں میں تعلیم دیتے جو رہائش اور کمرہ جماعت کا کام دیتیں۔ یہاں تک کہ اگر روسی مسلمان اصلاح پسند شاہی ریاست سے اجازت حاصل کر لیتے اور اپنے سرمایہ لگانے والے تاجروں کو اس بات پر راضی کر لیتے کہ عثمانی سلطنت کی طرح کے سکول بنائے جائیں، تب بھی ان سکولوں کے لئے طلبا کی تلاش مشکل ثابت ہوتی۔ در حقیقت، روسی ریاست نے مسلمانوں کے لئے ثانوی سطح کے مثالی اسکول قائم کیے تھے جو سیکولر تعلیم کے ساتھ ساتھ کچھ دینی تربیت بھی فراہم کرتے تھے، لیکن بیسویں صدی کے اوائل تک ایدل اورال مسلمانوں میں ان کی عدم قبولیت رہی۔ دوسری طرف، اسلامی تعلیم کے موجودہ نظام کے ساتھ کام کرنے کے نتیجے میں روسی مسلمان اصلاح پسند آسانی سے اس قابل ہو گئے کہ طلباء اور عالمانہ حلقوں کو اپنے حق میں استعمال کر سکیں تا کہ طلبا کو اپنی طرف راغب کیا جا سکے اور تبدیلی کے نظریات کو پھیلایا جا سکے۔

اگر چہ مدرسہ کے نظام کے اندر اپنے اصلاحی اقدامات کا تعین کرنے سے مسلمان اصلاح پسندوں کو اسلامی تعلیم کے لیے ایدل اورال مسلمانوں کی حمایت سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکا، لیکن مستقبل میں اس حمایت کے تسلسل کے لئے ان اقدامات کے اصل پیغام کے بارے میں مسلمانوں کی منظوری درکار تھی۔ سلطنت عثمانیہ میں حکومت اسلامی تعلیم کے موجودہ اداروں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے سے گریز کرتی تھی اور علماء کی مخالفت سے بچنے کے مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے عام تعلیم کا ایک متوازی نظام تشکیل دیا تھا۔ اگر چہ اس متوازی نظام کی مدد سے عثمانی ریاست اپنی مغربی اصلاحات کو کم سے کم

تناؤ کے ساتھ نافذ کرنے مِن کامیاب ہو گئیں، لیکن اس نے مغربی نظریات سے متاثر اشرافیہ کا ایک طبقہ بھی تشکیل دیا جو علمائے کرام کے ساتھ تلخ کشمکش میں مبتلا تھا اور عام مسلمانوں سے الگ تھلگ تھا۔ ایدل اورال خطے میں، ابتدائی اصلاح پسند علما کے طبقے سے ہی تھے، اور یوں انہیں پہلے سے ہی عام مسلم آبادی کا اعتماد اور احترام حاصل تھا۔ ان کے اقدامات کا آغاز تجرباتی اور دائرہ کار میں محدود تھا۔ وہ سلطنت عثمانیہ کے عام تعلیم کے مغرب زدہ اداروں سے تحریک حاصل کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مدرسوں کی اصلاح کا ان کا تصور اسلامی فکر کے اندر ہی بہتری کے طور پر تھا۔ مثال کے طور پر، محمدیہ اور رسولیہ دونوں باقاعدہ مدارس کے طور پر شروع ہوئے تھے، اور جو ابتدائی تبدیلیاں بارودی اور رسولی نے متعارف کروائیں وہ چھوٹی چھوٹی تھیں۔ بارودی نے اسلامی علوم میں قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث کے علوم کی تعلیم پر توجہ دی۔ یعنی، اس نے اسلام کے بنیادی ماخذوں پر توجہ مرکوز کرکے بخارا کے روایتی طریقے سے اختلاف کیا۔ انہوں نے نصاب میں روسی اور ترک زبان، جغرافیہ، تاریخ، ریاضی اور فطری سائنسز کے موضوعات بھی متعارف کروائے، جو کہ ترک زبان میں پڑھائے جاتے تھے۔ اسی طرح رسولی نے اپنے نصاب میں انقلابی تبدیلیاں اس وقت تک متعارف نہیں کروائیں جب تک ان کے بیٹے نے بیسویں صدی کے اوائل میں مدرسے کے نظم ونسق کا انتظام نہیں سنبھال لیا، لیکن انہوں نے اپنے طلبا کو ایسی فطری سہولیات فراہم کیں جو عام مدارس کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر بہتر تھیں۔

اس ابتدائی مرحلے میں اصلاحاتی مدارس کے بانیوں نے جو بہتر فطری سہولیات متعارف کروائیں، ان سے طلباء میں ان اداروں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ اس طرح کی بہتر سہولیات میں بنیادی طور پر عمارات اور تعلیمی آلات شامل تھے جو عثمانی اور روسی شاہی ثانوی تعلیم کے اداروں کے معیار کے مطابق تھے، جیسے متعدد کمروں پر مبنی پتھر کی عمارت، سونے کے لیے کشادہ کمرے، کھانے کے بڑے کمرے اور علیحدہ باورچی خانے۔ باقی ارمان جی (۱۸۹۷-۱۹۹۰)، جنھوں نے ۱۹۰۷ اور ۱۹۱۴ کے درمیان محمدیہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی، محمدیہ مدرسہ کے بارے میں اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ محمدیہ مدرسہ نہ صرف اپنے طریقہ عمل میں بلکہ اپنی طرز تعمیر میں بھی دوسرے مدرسوں سے مختلف تھا۔ عام مدارس میں سونے کے لئے ایک بڑا حصہ مختص ہوتا تھا جس میں پردوں کی مدد سے چھوٹے چھوٹے حجرے بنادیے جاتے تھے۔ اس کے برعکس محمدیہ مدرسے میں کشادہ ہوادار رہائشی کمرے، طلباء کے حجروں میں انفرادی کھانا پکانے کے بجائے مشترک اپنی مدد آپ ریستوراں، چوبیس

گھنٹے گرم پانی اور نہانے کے لئے الگ سہولیات موجود تھیں۔ خالی کمروں کے بجائے جہاں طلبا فرش پر بیٹھتے تھے، کمرہ جماعت میں میز، تختہ سیاہ، استاد کے لیے چبوترہ اور بڑے نقشے موجود تھے۔ فطری علوم اور فلکیات کے لئے تحقیق گاہیں، لکڑی کے کاموں کے لئے ایک تربیت گاہ، ایک شفاخانہ، ایک صحن، اور یہاں تک کہ اسکیٹنگ کے لیے بھی جگہ موجود تھی۔

مدارس میں تعلیم کا سیکولر ہونے کا عمل

روس کو آئینی بادشاہت میں بدل دینے والے ۱۹۰۵ کے انقلاب کے بعد، جس نے نسبتاً آزاد ماحول پیدا کیا اور اس کے نتیجے میں سلطنت کے مختلف آبادیاتی گروہوں کے لئے دلیرانہ ثقافتی اور سیاسی تجربات کو ممکن بنایا۔ اس کے بعد کے سالوں میں ،ایدل اورال خطے کے اصلاح یافتہ مدارس نے موجودہ مدرسہ نظام سے اساسی بنیادوں پر دوری اختیار کرنا شروع کر دی۔ انہوں نے موجودہ اسلامی تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کی خواہش کی بنیاد پر یورپی سائنسی کامیابیوں اور تعلیمی اصولوں کے استعمال کو ترجیح دینا شروع کر دی۔ ان کے نصاب میں غیر اسلامی مضامین کی قدر میں نمایاں اضافہ ہوا، جس کے لیے اکثر اسلامی مضامین کی قربانی دی جاتی تھی۔ نئی غیر نصابی سرگرمیوں نے طلبا کو لادین فنون لطیفہ اور سیاست کی دنیا سے روشناس کرایا۔ یہ اصلاح یافتہ مدارس مذہبی مدرسوں کی طرح کم اور عثمانی، مصری یا یہاں تک کہ عام تعلیم کے روسی شاہی اداروں کی طرح زیادہ نظر آنے لگے۔

اس مقام پر عام تعلیم کے ایک عثمانی ادارے،the Imperial School of Public Administration، کے تعلیمی مزاج کو آشکار کرنا مناسب ہوگا، جس میں متعدد اصلاح پسند روسی مسلمانوں نے ۱۸۹۰ کی دہائی میں اور اس کے بعد تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۸۹۱ سے پہلے اس اسکول میں دینی تعلیم کی تقریباًعدم موجودگی کے بارے میں دفتر باب عالی کو اسکے سند یافتہ افراد کے "عقیدے میں کمزوری کی علامات" کے بارے میں متعدد شکایات موصول ہوئی تھیں۔ اس کے جواب میں ۱۸۹۱ میں عثمانی حکام نے اس کے نصاب میں کچھ دینی موضوعات کا اضافہ کیا۔ لیکن اس نئے اضافے کے باوجود مذہبی مواد کے حامل نصاب کی ہفتہ وار کلاس کے گھنٹوں کی تعداد صرف ۱۵ فیصد تھی۔ لیکن پھر بھی اس پیشرفت کو غیر مذہبی مضامین کے اساتذہ

نے ایک رد عملی اقدام کے طور پر تنقید کا نشانہ بنایا، جو پچھلے دور کی سیکولر فضا میں پروان چڑھے تھے اور طلباء پر ان کا بہت اثر تھا۔

روسی مسلم اصلاح پسندوں کو ایدل اورال مدارس کو عام طور پر عثمانی تعلیمی اداروں، جیسے امپیریل اسکول آف پبلک ایڈمنسٹریشن، سے مستعار لیے گئے تصورات کے مطابق ڈھالنے کے لیے منصوبہ بندی کر کے دھیرے دھیرے بتدریج آگے بڑھنا پڑتا تھا۔ عبید اللہ بابی، بابی مدرسہ کے ایک اصلاح پسند ۱۸۹۵ میں اس سکول سے فارغ التحصیل ہوئے اور واپس روس چلے گئے، جہاں اپنے بھائی عبد اللہ بابی کے ساتھ مل کر بابی مدرسہ میں اپنے والد عبد العلام حضرت سے مدرسے کی تدریس کا کام سنبھال لیا۔ عبد اللہ بابی نے اپنی یادداشتوں میں ایک مفصل بیان فراہم کیا ہے کہ دونوں بھائیوں نے کس طرح آہستہ آہستہ نصاب کو تبدیل کیا۔ ابتدا میں طلبا ان روایتی مضامین کے مطالعے کی توقع کرتے ہوئے آتے تھے جو عبد العلام حضرت ماضی میں پڑھاتے رہے تھے، نہ کہ یورپ سے متاثر شدہ وہ مضامین جو بابی برادران پڑھانا چاہتے تھے۔ مزید یہ کہ بابی گاؤں کے آس پاس کے کچھ علما کی پہلے سے ہی عبد العلام حضرت سے دشمنی تھی، اور جب انھوں نے دیکھا کہ یہ بھائی آہستہ آہستہ قائم شدہ مدرسہ نظام سے دور ہو رہے ہیں، تو ان کی دشمنی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ عبد العلام حضرت نے اپنے بیٹوں کی مکمل حمایت کی، لیکن پھر بھی انہیں احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنا پڑا۔ انھوں نے عبد العلام حضرت کی اصل فہرست میں سے کچھ روایتی کتابیں ایک ایک کر کے ہٹائیں اور ان کی جگہ جدید مضامین کو متعارف کرانا شروع کیا۔ اس طرح سن ۱۹۰۰ تک، انھوں نے ایک چھ سالہ پروگرام بنا لیا تھا جس میں اسلام کی بنیادی باتیں، فقہ، اصول فقہ، اخلاقیات، خطابت، عربی، فارسی، ترکی صرف و نحو، ترکی ترکیب، ریاضی، جیومیٹری، عمومی تاریخ، جغرافیہ، اور منطق شامل تھیں۔

اس وقت کے دوسرے اصلاح شدہ مدارس کے مقابلہ میں یہ ابھی تک ایک معمولی فرق والا نصاب تھا۔ یہ بھائی مسائل سے دوچار تھے کیونکہ انہوں نے اپنا کام بعد میں شروع کیا تھا، ان کے ایک دور دراز گاؤں میں محل وقوع کے وجہ سے، اور (ایک مقامی تاجر کی حمایت کے باوجود) کم سرمایہ کی وجہ سے انہیں مشکلات ہوئیں۔ لیکن وہ دوسرے روسی مسلمان اصلاح پسند اساتذہ کی نسبت اپنے منصوبوں میں زیادہ ہمت رکھتے تھے۔ ہر سال اپنے طریقہ کار میں مسلسل تبدیلی لاتے ہوئے، وہ لگ بھگ ایک دہائی کے دوران پورے روس میں سب سے انقلابی اصلاحی یا مغرب سے متاثر شدہ مدرسہ پروگرام بنانے میں

کامیاب ہو گئے اور پوری سلطنت کے طلبا کو اپنی طرف راغب کیا۔ ۱۹۰۰-۱۹۰۱ کے تعلیمی سال میں عربی زبان اور دینی مضامین ہفتہ وار کلاس گھنٹوں کا تقریباً ۶۴ فیصد (۱۶۳ میں سے ۱۰۵) بنتے تھے اور یہاں فطری علوم یا روسی زبان کے بارے میں کوئی کورس نہیں تھا۔ ۱۹۱۰-۱۹۱۱ کے تعلیمی سال تک عربی زبان اور مذہب کے کلاس گھنٹے کم ہو کر ۲۶ فیصد (۲۲۰ میں سے ۵۷) رہ گئے تھے، اور اس نصاب میں روسی زبان کے ۶۰ گھنٹے اور یورپی سے متاثر شدہ غیر مذہبی نصاب کے ۸۰ گھنٹے شامل تھے. مزید بر آں، ترک زبان نے آہستہ آہستہ عربی کی جگہ تدریس اور درسی کتب کی زبان کے طور پر جگہ لے لی، یہاں تک کہ دینی نصاب میں بھی۔ (بابی مدرسہ پروگرام کا ارتقاء جدول ا میں دکھایا گیا ہے۔)

اس طرح کے نصاب کی تیاری کے دوران ایدل اورال خطے کے تمام اصلاحی مدارس کے بانیوں کو جو اہم مسئلہ درپیش تھا وہ اس طرح کے وسیع نصاب کے اساتذہ کی تلاش تھی۔ روسی سلطنت کے مدرسوں میں، ایک ہی عالم عام طور پر تمام مضامین پڑھاتا تھا یا کم از کم ان کی نگرانی کرتا تھا۔ صرف بڑے مدارس نے ایک مکمل نصاب پیش کیا، لیکن ان امتیازی جگہوں پر بھی استاد اعلی صرف اپنے تخصص کے شعبوں کی تدریس کرتے تھے جبکہ اعلی درجے کے طلبہ دوسرے شعبوں میں نئے طلبا کی رہنمائی کرتے تھے۔ کچھ معاملات میں یہ ممکن تھا کہ کوئی عالم پڑھائے ہی نہ بلکہ وہ اپنے طلبا کو کتابیں تفویض کرے اور وقتاً فوقتاً زبانی امتحانات کے ساتھ ان کی پیشرفت پر نظر رکھے۔ اصلاحاتی مدارس اس نظام پر نہیں چل سکتے تھے کیونکہ وہ قرآنی تلاوت سے لے کر معدنیات تک کے مضامین کی پیشکش کر رہے تھے، جو پہلے سے طے شدہ تعلیمی تقویم کے مطابق ہفتہ میں سو سے دو سو گھنٹوں کی پڑھائی کروانے کا دعوی کرتے تھے۔ انہیں ایسے اساتذہ کی تلاش اور خدمات حاصل کرنے کی ضرورت تھی جو مخصوص شعبوں میں مہارت رکھتے ہوں۔

مثال کے طور پر، حسینیوف برادران نے سن ۱۸۸۹ میں اورینبرگ میں تین علما کے مدارس کو یکجا کر کے حسینیہ مدرسہ قائم کیا۔ ان تین علما میں سے مُلّا شاہ مردان حضرت کو استاد اعلی کا عہدہ دیا گیا جبکہ دوسرے دو ان کی نگرانی میں پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں، اوفا / اورنبرگ میں قائم تاتار اساتذہ اسکول کے اساتذہ، جسے حکومت نے ۱۸۷۳ میں کھولا اور ۱۸۹۰ میں بند کر دیا تھا، نے بھی حسینیہ مدرسہ میں پڑھایا اور اس کے نصاب کو بہتر بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ جب نصاب میں توسیع ہوئی، حسینیوف برادران نے مختلف نصاب پڑھانے کے لئے ماہرین کی خدمات حاصل کیں، اور مدرسہ کا انتظام شاہ مردان حضرت

سے لے کر انتظامی مجلس کو منتقل کر دیا۔ ان برادران نے جن اساتذہ کو ملازمت پر رکھا، ان میں سے صرف کچھ بخارا سے فارغ التحصیل تھے۔ فاتح کیریمی اور عبد اللہ ابراہیموف کے پاس استنبول کی اسناد تھیں، کم از کم چھ دیگر اساتذہ الازہر، قاہرہ کے فارغ التحصیل تھے، تین بیروت کے امریکن کالج سے تھے، اور باقیوں نے روسی سلطنت کے مدارس اور ثانوی اور اعلی تعلیم کے شاہی اداروں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حسینی برادران باقاعدگی کے ساتھ اپنے مدرسے کے کامیاب فارغ التحصیل طلبا کو مزید تعلیم کے لئے روس اور سلطنتِ عثمانیہ کے سرکاری اسکولوں میں بھیجتے تھے، یہاں تک کہ کچھ طلبا نے یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ طلبا جنہوں نے اپنی تعلیم حسینیوف برادران کے اخراجات پر مکمل کی، وہ اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد چار سال تک حسینیہ مدرسہ، یا ایسے کسی دوسرے تعلیمی ادارے میں خدمات انجام دیتے تھے جن کی سرپرستی یہ بھائی کرتے تھے۔ اس کے نتیجے میں حسینیہ مدرسے کے سابقہ طلباء، جنہوں نے عثمانی، روسی، یا مصر میں الازہر یا عام تعلیم کے یورپی اداروں میں تعلیم حاصل کی تھی، ۱۹۱۰ کی دہائی تک اس کے تدریسی عملہ میں غلبہ پانا شروع ہو گئے۔

اصلاح شدہ مدرسوں کی ایک اور خصوصیت جس نے طلباء کی فکری تربیت میں اہم کردار ادا کیا، وہ ان کے نصاب میں شامل غیر نصابی سرگرمیاں تھیں۔ اصلاحی مدارس کے اساتذہ ادبی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ ادبی کام بالخصوص شاعری کرنا ان تمام مدارس کے طلباء میں عام تھا، جن میں عام مدارس بھی شامل تھے، لیکن اصلاحاتی مدارس کے طلباء چھوٹے اخباروں میں اپنے ادبی کام شائع ہونے کے لئے بھیجتے تھے، جنھیں وہ اشاعت کی اصل دنیا میں قدم رکھنے کی تیاری سمجھتے تھے۔ اگرچہ آلات موسیقی کا استعمال اسلامی فقہ میں ایک متنازعہ مسئلہ ہے اور ایدل اورال کے مسلمان عام طور پر ایسے افراد کے بارے میں ناگواری کا رویہ رکھتے تھے مگر ضیا کمالی نے، جس نے سن ۱۹۰۴ میں اوفا میں اصلاحاتی علیبیہ مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی، اپنے طلبا کو موسیقی کے آلات فراہم کئے ہوئے تھے اور وہ انہیں تھیٹر ڈراموں اور محافل موسیقی میں شرکت کی ترغیب دیتا تھا۔ بابی برادران کے والد عبد العلام حضرت نے اپنے مدرسے میں موسیقی کے آلات بجانے پر پابندی عائد کر رکھی تھی، لیکن ان برادران نے اپنے طلبا کو وائلن، ایکارڈین یا بانسری کی طرح کے آلات استعمال کرنے کی ترغیب دی۔ ۱۹۰۷ میں بابی مدرسہ کے لئے ایک نئی عمارت کی تعمیر کے وقت انہوں نے اس کے منصوبے میں ایک بڑا ہال بھی شامل کیا، جہاں طلباء موسیقی کی محفلیں، تھیٹر ڈرامے، ادبی مجالس اور سائنسی اور سیاسی گفتگو کی مجالس کا اہتمام کیا۔ دوسرے مدارس میں بھی مکالمے اور تبادلہ

خیال کی انجمنیں عام تھیں۔علییہ مدرسہ کی مجلسوں میں ہونے والی تقاریر کے کچھ عنوانات ایسے تھے:"برطانیہ اور ہالینڈ کے زیر تسلط ہندوستان اور انڈونیشیا غلام کیوں بنے ہوئے ہیں؟"، "اب ہم بیسویں صدی میں ہیں۔"، "انقلاب اور حکومتی اقسام" اور "ہماری قوم اور اس کی نشانیاں۔"

طلبا کا مزید سیکولرائیزیشن کا مطالبہ

نصاب میں اس طرح کی تبدیلیاں، اساتذہ کی تنظیمیں، اور اصلاحاتی مدارس کے طلبا کو میسر مجموعی تعلیمی ماحول نے ان طلبا کو نئے خیالات اور نظریات کی ایک ایسی وسیع جہت مہیا کی جو عام مدارس کے طلبا کے لئے ناقابل تصور تھی۔ سلطنت عثمانیہ یا مصر سے آنے والے اساتذہ اور ان کی استعمال کردہ نصابی کتابوں نے ان تصورات کو متعارف کرایا جن کی شناخت سلطنت عثمانیہ کے مورخین نے "سائنس پرستی" کے طور پر کی ہے، جو ایک ایسا عالمی نقطہ نظر ہے جو حقیقت کو جاننے کے ذرائع کے طور پر عقل اور تجرباتی مشاہدہ کو وحی پر بالاتر رکھتا ہے۔ دوسری طرف، روسی زبان سیکھنے اور روسی زبان کی اشاعتوں تک رسائی حاصل کرنے والے اصلاحاتی مدارس کے طلبا کو نہ صرف روس کی بڑھتی ہوئی سوشلسٹ تحریک کے مختلف رنگوں اور روسی دانشوروں کے مذہب مخالف نظریات سے آشنا کیا، بلکہ ان کو پین سلاوازم (pan-Slavism۔ سلاوی عوام کے لئے دیانت داری اور اتحاد کی ترقی سے متعلق سیاسی نظریہ) تحریک سے بھی روشناس کرایا، جسے وہ پھر مسلم قومیت پسندی کی نشوونما کے لئے بطور نمونہ استعمال کر سکتے تھے۔

سن ۱۹۰۵ کے انقلاب کے بعد کے لبرل سیاسی ماحول میں، مدرسہ کے اصلاح پسند طلباء نے روسی طلباء کے ساتھ تعلقات بڑھائے، خاص کر قازان شہر میں۔ زیادہ تر سوشلسٹ مگر قوم پرست انقلابی ادب بھی پڑھا۔ وہ انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہتے تھے۔ خاص طور پر اصلاح شدہ مدرسوں کی غیر نصابی سرگرمیوں نے طلباء کو ایسے مواقع فراہم کیے، جہاں وہ اپنے اساتذہ کی اجازت کے بغیر سیاسی گفتگو اور منظم سرگرمیوں میں حصہ لے سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ اصلاح شدہ مدرسوں کے طالب علموں میں ان طلباء کی تعداد زیادہ ہوگئی جو عام پیشہ ورانہ ملازمتیں کرنا چاہتے تھے اور مذہبی علمی تفکرات یا یہاں تک کہ

ان سماجی سیاسی مسائل کے مذہبی پہلوؤں پر سوال کرنے کے بجائے وہ دیگر سیکولر نوعیت کے سماجی اور سیاسی سوالات میں دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے اصلاح یافتہ مدرسوں کے مالکان پر دباؤ ڈالا کہ وہ کورس کے نصاب اور باقاعدہ مدرسوں کے روزمرہ کے طریقہ کار سے الگ ہو جائیں اور اس کے نتیجے میں ان مدارس کو اسلامی اداروں بننے کے بجائے اس اسلامی حیثیت سے مزید دور لے گئے۔

محمدیہ مدرسہ کے طلباء روسی سلطنت کے پہلے مسلمان طلباء میں شامل تھے جنہوں نے سیکولر نوعیت کے معاشرتی اور سیاسی سوالات میں دلچسپی لینا شروع کی تھی اور مدرسہ انتظامیہ پر مزید بنیادی اصلاحات کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کیا تھا۔ ۱۹۰۲ میں وہاں کے طلباء کے ایک گروہ نے "اتحاد" کے نام سے ایک مکالمہ کی مجلس کی بنیاد رکھی جس کا سربراہ فتح امیر جان تھا، جو بعد میں بائیں بازو کے نظریات کا حامل ایک مشہور صحافی اور ادیب بن کر ابھرا۔ اتحاد کے ممبران یورپی انداز میں ملبوس ہوتے ، متعدد شوقیہ اخبارات نکالے جو مدارس میں تقسیم کئے جاتے تھے، ادبی اور موسیقی کی تقریبات کا انعقاد کرتے تھے اور تھیٹر کے ڈرامے کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ قازان کے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم طلباء بھی ان میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔ انقلابی برسوں کے دوران، اتحاد کے ممبروں نے قازان شاہی یونیورسٹی کے طلباء کے ساتھ ملکر "سماجی اصلاح" کے نام سے ایک تنظیم بنائی، انقلابی مواد پر مبنی اشتہار شائع اور تقسیم کیے، "کل روس تاتار طلباء کی انجمن" بنائی جس میں انہوں نے پوری سلطنت سے مسلمان طلبا کو مدعو کیا، اور بائیں بازو کا اخبار الاصلاح شائع کیا۔

بارودی، جو محمدیہ مدرسہ کا بانی تھا، خود بھی انقلابی سالوں میں شاہی سیاست میں سرگرم عمل تھے۔ ۱۹۰۸ میں انہیں اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے دو سال تک ولوگدا جلاوطن کر دیا گیا۔ لیکن اس نے اپنے طلباء سے زیادہ محتاط رویہ اختیار کیا۔ سماجی اصلاح کے ممبران کی خواہش تھی کہ وہ مدرسے کے نظم وضبط میں نرمی کریں اور اپنے پروگرام میں مذہب پر کم زور دیں۔ بارودی اور وہ دولت مند تاجر جو محمدیہ مدرسے کی کفالت کرتے تھے، اس مطالبے کو پورا کرنے پر راضی نہیں تھے۔ بارودی ایک دیندار مسلمان تھا جو مذہبی علوم کو کو اہم سمجھتا تھا اور صوفیت کی طرف مائل بھی تھا۔ طلباء اور مدرسہ انتظامیہ کے مابین تناؤ میں تیزی سے اضافہ ہوا، اور سماجی اصلاح کے ممبران مظاہروں کے دوران محمدیہ مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔

اسی طرح کے واقعات سن ۱۹۰۸ میں حسینیہ مدرسہ میں بھی پیش آئے۔ دو اساتذہ کا انتظامیہ سے اختلاف رائے ہو گیا اور انہیں بابی مدرسہ منتقل کر دیا گیا، جو اس وقت سلطنت کا سب سے زیادہ انقلابی مغربی طرز کا مسلم تعلیمی ادارہ تھا۔ اس کے بعد، حسینیہ مدرسہ کے ۱۰۱ طلباء نے عہدیداران کو درخواست پیش کی کہ وہ اپنے پروگرام میں بہتری لائیں، طلباء کو اس بات کی آزادی دی جائے کہ آیا وہ اسلامی طرز زندگی پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں یا نہیں، ان دو اساتذہ کو واپس بلایا جائے اور مدرسہ کے منتظم کی تبدیلی کی جائے۔ جب عہدیداران نے ان کے مطالبات مسترد کر دیئے تو ۶۳ طلباء نے دوبارہ درخواست دائر کر دی۔ بنیادی طور پر وہ یہ چاہتے تھے کہ مدرسے کے نصاب میں موجود مذہبی مضامین کی تعداد کو اور کم کر کے مزید سیکولر نصاب کو اپنایا جائے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ کچھ اساتذہ کو برطرف کر دیا جائے۔ عہدیداران نے ان مطالبات کو ماننے سے ایک بار پھر انکار کر دیا اور طلبا نے ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دے دی۔ اس کے احکامات کے تحت انہوں نے ان اساتذہ کی کلاسوں سے پرہیز کرنا شروع کر دیا جن کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک موقع پر، وہ صرف فتح کریمی کی کلاسوں میں شرکت کر رہے تھے، جو کہ استنبول کے امپیریل اسکول آف پبلک ایڈمنسٹریشن سے فارغ التحصیل تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً Marseillaise (فرانس کے انقلابیوں کا قومی ترانہ) بھی گاتے تھے اور وقتاً فوقتاً سیاسی مضامین بھی پڑھتے تھے۔ جب مدرسہ بورڈ نے ایکشن کمیٹی کے ممبروں کو مدرسے سے نکالنے کا فیصلہ کیا تو ۶۳ طلباء احتجاج کے طور پر حسینیہ مدرسہ چھوڑ گئے۔ ان میں سے ۲۷ کو بابی مدرسہ منتقل کیا گیا اور چھ سرکاری اسکولوں میں داخل ہو گئے۔

دوسرے اصلاح یافتہ مدارس کے بانیوں کے برخلاف، بابی برادران سن ۱۹۰۵ کے بعد کے انقلابی دور میں خود طلبا کی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ انہوں نے طلبہ کی روزمرہ کی زندگی کا انتظام ایک منتخب طلبہ کمیٹی کے حوالے کر دیا تھا اور باقاعدگی سے اس بارے میں بات چیت کا اہتمام کرتے تھے کہ طلبا روس کے مسلمانوں کے اہم مسائل کی وجہ کن عوامل کو سمجھتے ہیں۔ بابی مدرسے کے طلباء نے بھی "اتحاد" کے نام سے ایک مجلس قائم کی (غالباً محمدیہ مدرسہ کی اتحاد مجلس کی نقل میں) اور ہمسایہ صوبوں کے طلباء نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔ تاہم، طلباء کے اس انتظام کا خاتمہ ۱۹۰۹ میں ہو گیا۔ کتب خانہ سے کتابیں غائب ہونا شروع ہو گئی تھیں، وہ کام جن کے نتیجے میں عموماً تادیبی کارروائی ہوتی تھی ان کو نظرانداز کیا جانے لگا اور مدرسے کے حالات غیر یقینی ہو گئے تھے۔ بابی برادران نے تمام انتظامی فیصلوں کو واپس اساتذہ کی ایک تعلیمی کمیٹی کو منتقل کر

دئے۔ لیکن طلبا ابھی بھی بابی مدرسہ میں دی جانے والی تعلیم پر راضی تھے کیوں کہ وہ روس کے مدارس میں سب سے زیادہ مغربی طرز کی تعلیم فراہم کر رہے تھے۔

اسلامی روایت سے عقیدت کا فقدان اور اجنبیت کا احساس

اگرچہ ایدل اورال خطے کے ابتدائی مدرسہ اصلاح پسندوں نے بنیادی طور پر اسلامی تعلیم کو بہتر بنانے اور اس کے ذریعہ مسلم معاشرے کے احیا کے لئے اپنے نصاب میں ردوبدل کیا، لیکن ان کی کوششوں کا عملی غیر اعلانیہ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے طلباء کی سوچ اور زندگی میں مذہب کی وقعت کم ہو گئی۔ اس نتیجے کو نصاب میں تبدیلی اور مذہبی عقائد سے دوری کے مابین مقصدی تعلق کے طور پر نہیں لینا چاہیے۔ دوسرے مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ تجرباتی سائنس کی کامیابیوں کو شامل کرنے سے لازم نہ ہو کہ طلباء اسلامی روایات سے دور ہو جائیں گے۔ مثال کے طور پر، ترکی کے پس منظر میں، مشہور مذہبی عالم بدیع الزمان سعید نورسی (۱۸۷۶ء-۱۹۶۰) نے آخری عثمانی دور کے دانشوروں کی سائنس پرستی سے شدید اختلاف کیا اور "کائنات کی کتاب" کو مشاہدہ اور تجربات کی مدد سے "پڑھنے" کے تصور کو استعمال کیا تاکہ سائنسی تحقیقات کو عبادت کی ایک شکل کے طور پر تشکیل کیا جا سکے۔ نورسی کا خیال تھا کہ عبادت کی یہ شکل انسان کو خدا کو جاننے اور اس کی تخلیق کے مطالعے کے ذریعے اس کے قریب آنے میں مدد دے سکتی ہے۔ بعد میں ۱۹۳۸ میں پیدا ہونے والے ایک انتہائی با اثر ترکی مذہبی رہنما، فتح اللہ گولن کے پیروکاروں نے نورسی کے تصور کو ان سیکڑوں سکولوں میں عملاً لاگو کیا، جو انہوں نے ۱۹۷۰ کی دہائی سے ترکی اور باقی دنیا میں کھولے تھے، تاکہ طلباء کی فطری علوم میں دلچسپی کو بیدار کیا جا سکے اور ساتھ ہی ان کے ایمان کو تقویت ملے۔ اس کے برعکس، ایدل اورال خطے میں اصلاحاتی مدارس کے بانیوں نے، جنہوں نے اپنے مدارس میں روسی زبان کے ساتھ ساتھ یورپ سے متاثر نصاب متعارف کروایا اور عثمانی سلطنت سے بیک وقت اساتذہ اور درسی کتب درآمد کیں، اور شاید غیر ارادی طور پر اپنے طلباء کو عثمانی مغربی فکر کے حامیوں کے سائنسی دنیاوی نقطہ نظر اور روسی دانشورانہ مذہب مخالف مکالمات

کے سامنے بے نقاب کر دیا۔ اس بے نقابی نے ہی ایدل اور ال مسلمانوں کے درمیان تعلیمی اصلاحات کو سیکولر بنانے کے ایک عمل میں تبدیل کر دیا۔

مدرسہ کے طلباء کو متبادل عالمی نظریات، بشمول سائنس پرستی اور سوشلزم (لیکن ان تک محدود نہیں) سے جتنا زیادہ آشنا کیا گیا اتنا ہی وہ اس بات سے لاپرواہ ہوتے گئے کہ آیا کوئی تصور یا عمل اسلام کی مصدقہ روایات کے مطابق ہیں بھی کہ نہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کی توثیق کس نے کی یا کیسے کی۔ اصولی طور پر باقاعدہ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے سے وہ چیز فراہم ہوتی ہے جسے ہم طلبا کے لئے "اسلامی بشری تشکیل" کہہ سکتے ہیں۔ یہ طویل عرصے سے قائم اسلامی نصوص کے مطالعہ اور غور و فکر، روزمرہ کی طرز زندگی میں مذہبی رسومات شامل کرنے اور مثالی مذہبی انسان یا مدرسے کے اساتذہ کی شکل میں تقویٰ کے اعلیٰ مثال کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اصلاح پسندوں کی ابتدائی نسل کے زیادہ تر اراکین، بشمول بارودی، رسولی، یہاں تک کہ بابی برادران نے بھی اپنے اصلاحاتی منصوبوں کو شروع کرنے سے پہلے اسی اسلامی بشری تشکیل کے طریقے سے تربیت حاصل کی تھی۔ نیتجتاً، اولین اصلاح پسندوں کے لئے اسلامی تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی ایک فطری طرز زندگی تھا۔ نہوں نے اسلامی روایات کے ساتھ اس دنیا کی اقدار اور معیارات میں ہم آہنگی کرکے اس دنیا کی تبدیلیوں کو اپنانے کی کوشش کی جس میں مقامی مسلمان معاشرے قائم تھے۔ لیکن اصلاح یافتہ مدارس نے طلبا کو ایک مختلف قسم کا معاشرتی نمونہ فراہم کیا، جو روشن خیالی اور ترقی کے جھنڈے تلے مغربی یورپی تصورات اور طریقوں کو منزل مقصود مان کر ترجیح دیتا تھا۔ جب اسلامی بشری تشکیلی نمونہ طلبہ کے تجربے میں معدوم ہوتا چلا گیا تو ان کی فکر میں اسلامی فکر کی جگہ تجرباتی سائنس اور مغربی یورپی اقدار نے نقطہ آغاز یا فطری طرز زندگی کی حیثیت سے لے لی۔ طلبا کی ایک نئی ثقافت ابھری جو تقویٰ کے بجائے روشن خیالی اور ترقی کو پوجتی تھی۔ یہ طلبا، جو اصلاح پسندوں کی اگلی نسل تھے، مغربی یورپی جدیدیت کے اصولوں اور اقدار میں مصالحت کی کوشش پر کم زور دینے لگے، جسے انہوں نے اسلامی روایت کے ساتھ مغرب سے متاثر عثمانیوں اور روسی دانشوروں کی مفاہمت میں دیکھا تھا۔ اس کے بجائے، انہوں نے اسلامی تعلیمات کی معاشرتی ضرورت، تجرباتی سائنس اور مغربی یورپی اقدار کے ساتھ مفاہمت کرنے کی کوشش کی۔ جب ان کی مفاہماتی کوششیں ناکام ہو گئیں تو بہت سوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ اسلام کو ثانوی حیثیت دے دی جائے۔ اپنی یادداشتوں میں، باشقر کے مشہور سیاسی رہنما اور تاریخ دان،

زکی ولیدی توگن بے تکلفی سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں اس عمل کا تجربہ کیسے ہوا۔ اصلاحی نظریات رکھنے والے اپنے چچا حبیب نقار کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران، توگن نے عربی اور فارسی کو بہت اچھی طرح سیکھا تھا، اور ان زبانوں میں تاریخ اور ادب کے کاموں سے واقفیت حاصل کی تھی اور کچھ روسی زبان کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ لیکن اسلامی علوم میں ان کی مہارت ٹھوس بنیادوں پر نہیں بن سکی تھی۔ ۱۹۰۸ میں اس نے مزید تعلیم کے لئے مصر یا بیروت جانے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنا گاؤں چھوڑ دیا۔ وہ پہلے اورنبرگ گیا، جہاں اس کی ملاقات حسینیہ مدرسے کے کچھ طلباء سے ہوئی جو آزاد اور آسان زندگی گزار رہے تھے اور وہ کچھ کر رہے تھے جس سے اسلام منع کرتا ہے، شراب پیتے تھے، جوا کھیلتے تھے۔ ان طلباء نے توگن کے باشقری کپڑوں کا مذاق اڑایا اور اسے پہلی دفعہ یورپی طرز کے کپڑے دیے۔ اس نے مصر جانے کے لئے اورنبرگ میں ایک تاجر کی مدد طلب کی، لیکن ایک مختصر امتحان سے اس تاجر کو اندازہ ہو گیا کہ اس میں مذہبی علم کا فقدان ہے اور وہ چاہتا تھا کہ وہ پہلے روس میں اپنے آپ کو مزید بہتر بنائیں۔ اسی اثنا میں، اصلاحی مسلم علما جن سے توگن کی اورن برگ میں ملاقات ہوئی تھی، انہوں نے بھی اس کو ترغیب دی کہ روس میں ہی ٹھر جائے، اپنی روسی زبان کو بہتر کرلے اور سرکاری سکول میں تعلیم حاصل کرے۔

توگن روس میں ہی رک گیا اور قازان میں سکونت اختیار کی۔ وہاں اس نے قرآن مجید کی تفسیر اور اسلامی فقہ پر نجی انفرادی تعلیم وتربیت حاصل کی، لیکن اصلاح پسندوں کی جماعت میں بھی داخل ہو گیا۔ محمدیہ مدرسہ کے طلباء سے بھی تعلق قائم کیا جو شراب بھی پیتے اور جوا بھی کھیلتے تھے۔ اصلاح پسند اخبارات میں لکھ کر اپنا ایک نام بنانا شروع کیا، روسی لباس پہننے کی عادت بڑھ گئی، سگریٹ نوشی بھی شروع کر دی، قازان کی شاہی یونیورسٹی میں روسی مستشرقین سے شناسائی پیدا کی اور روسی ادب، ریاضی اور تدریسی تعلیم کا مطالعہ کیا۔ جب ایک سال کے بعد وہ اپنے گاؤں واپس گیا تو اس نے محسوس کیا کہ جس بندھن نے اسے اس گاؤں کا حصہ بنایا ہوا تھا وہ اب وہاں موجود نہیں ہے۔ بعد ازاں وہ قازان کی شہری ثقافت کے رنگ میں مزید رنگ گیا اور ایک عرصے کے لئے اس نے مذہب کو یکسر مسترد کر دیا اور شراب کا عادی ہو گیا۔ اپنی یادداشتوں میں ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بالآخر اس نے مذہب کی ایک نئی فکر ایجاد کی جس میں اس نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو قبول کیا، لیکن اس نے قرآن مجید کو تاریخی تجزیہ کا تابع کر دیا اور اور اسلامی طرز زندگی کی عملی پابندیوں اور ذمہ داریوں کی پاسداری

سے انکار کر دیا۔ اس فکری تبدیلی نے اسے اپنے والد کے ساتھ ایک تکلیف دہ اور مشکل تنازع میں ڈال دیا۔ اس کے چچا، حبیب نقار کی مداخلت کی بدولت ان میں صلح ہو گئی، لیکن اس کے والد نے اس کا حقیقی طور پر اس وقت ساتھ دیا، گو کہ اس کے خیالات کا نہیں، جب توگن نے ۱۹۱۷ کے بعد باشقر قوم پرست تحریک کی قیادت کی۔

یہ جاننا مشکل ہے کہ ایدل اورال کے کتنے نوجوان مسلمانوں نے توگن کی طرح اپنے معاشرے کی اسلامی روایت سے انحراف کیا، لیکن جن چند مشہور اصلاحاتی مدرسوں کے احوال تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان مدارس کے طلباء کی کل تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اصلاح پسند مسلمانوں کی اس نوجوان نسل نے ایدل یورال مسلمانوں میں ایک نیا گروہ تشکیل دیا۔ اگرچہ وہ برائے نام ہی مدرسے کے فارغ التحصیل تھے لیکن وہ اب علماء کے ارکان کی حیثیت سے کام کرنے کے قابل یا تیار نہیں تھے۔ اصلاح شدہ نصاب تعلیم نے انہیں مختلف نوکریوں میں کمانے کی مہارت سے آراستہ کیا تھا، جن میں اصلاحاتی مدارس میں تدریس سے لے کر کاروباری کمپنیوں میں کلرک کی خدمات انجام دینے یا حکومتی اداروں میں شامل ہونے تک شامل ہیں۔ وہ اپنے طالبعلمی کے زمانے کے بنائے گئے تعلقات اور ایک مشترک دنیاوی نقطہ نظر کی وجہ سے باہم اجتماعیت میں جڑے رہے، جو سماجی اور سائنسی ترقی کو ترجیح دیتے تھے اور اشاعتوں کے بڑھتے ہوئے ادارے نے اسے برقرار رکھا۔ لیکن اس چیز نے انہیں باقی مسلم معاشرے سے بھی الگ کر دیا تھا۔

سن ۱۹۱۱ کی ایک زبردست اور پر اثر مثال فتاح عدلی کی ہے، جو اورنبرگ کے اصلاح پسندوں کے جریدے "شوری" کا قاری تھا۔ وہ ان نوجوان اور اصلاح پسند مسلمانوں کو "فلسفے فروخت کرنے والے کچھ نوجوان" کے طور پر بیان کرتا ہے جو "ہمارے لوگوں کے مقدس مذہبی جذبات کے ساتھ دور دور تک ہم آہنگ نہیں ہیں"۔ عدلی لکھتے ہیں، "اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن وہ بہت جذباتی ہیں اور وہ بڑی شدت سے اپنے خیالات کا دفاع کرتے ہیں۔... تاہم لوگ ان کے فلسفے کو قبول نہیں کرتے، جس کا اظہار وہ ایک ایسی زبان سے کرتے ہیں جو روسی اور تاتار الفاظ کا ملغوبہ ہے اور جس کی سمجھ خود ان کو صرف سطحی طور پر ہے"۔

عدلی جرات کے جس ترقی پسندانہ مظہر کی شکایت کرتے ہیں، وہ نوجوان اصلاح پسندوں کا علمائے کرام کے بارے میں تحقیر آمیز رویہ تھا۔ ۱۹۱۴ میں شوری کے ایک اور قاری، حجتہ الاحکام محمودوف لکھتے ہیں کہ "قومی پریس"، جس پر نوجوانوں اور

اصلاح پسند مسلمانوں کا غلبہ تھا، "(علما کا) حد سے زیادہ استہزاء اور ان پر تنقید، جو اس حد تک تھی کہ ایک بھی ناول یا تھیٹر ڈرامہ ایسا نہیں تھا جس میں علماء کی توہین اور تضحیک نہ کی گئی ہو!"۔ در حقیقت، اصلاحی اشاعات میں علمائے کرام کو جاہل، لالچی اور گھٹیا اوصاف والی دہشتناک شخصیات کی حیثیت سے پیش کیا جاتا تھا۔ "پگڑی" جو ایدل اور ال اور بہت ساری مسلم آبادیوں میں ایک طویل عرصے سے عالم کی پہچان تھی، نوجوان اصلاح پسند اپنی گفتگو میں اسے شکار کو پھنسانے کیلئے چارے کی علامت کے طور پر استعمال کرتے تھے جس کو جاہل ملا یہ تاثر دینے کے لئے استعمال کرتے تھے کہ وہ بڑے علم والے ہیں تاکہ وہ عام مسلمان کو دھوکہ دے سکیں اور اس کا استحصال کر سکیں۔ اصلاح پسند مسلمانوں خصوصاً کم عمر افراد اور علمائے کرام کے قدامت پسند افراد کے مابین کشیدگی آہستہ آہستہ بڑھتی گئی، جن کی اب بھی مقامی مسلمان آبادی میں ایک اہم حیثیت اور اختیار قائم تھا۔ یہ وہی آبادیاں تھیں جن میں اصلاح پسند ایک طویل عرصے سے تبدیلیاں لانا چاہتے تھے، لیکن اجتماعات اور ان کے ملاؤں کے درمیان کبھی کبھار تنازعات کے باوجود، مسلمان کسانوں اور بیشتر شہریوں میں عام مومنین تقویٰ اور وظائف کی قدر کرتے تھے اور اسی وجہ سے ملاؤں کا احترام کرتے ہیں۔ مذہب اور علمائے کرام سے ہٹ کر اصلاح پسند مسلمان وسیع مسلم آبادی سے خود کو الگ کر رہے تھے۔

بیسویں صدی کے اوائل کے اصلاح پسند روسی مسلمان ناشرین، ایدل یورال خطے کے ساتھ ساتھ روس کے دیگر حصوں میں بھی اس تنازعہ کو ترقی پسند اور روشن خیال (دانشور) اصلاح پسند جنہیں "Cedidciler" یا جدیدیت پرست کہا جاتا تھا اور انتہائی قدامت پسند اور جاہل روایت پسند جنہیں "Qadimciler" یا قدامت پرست کہتے تھے، کے مابین قرار دیتے تھے۔ کچھ مستثنیات کے ساتھ، یہ کردار کشی روس کے مسلمانوں کی تاریخ نگاری پر حاوی رہی ہے۔ کچھ مورخین نے روسی مسلمان اصلاح پسندوں کی کوششوں کو مذہبی اور سیکولر، یا اسلامی اور مغربی کے مابین ایک کامیاب "تعامل" یا "مفاہمت" کے طور پر بھی پیش کیا ہے، اور اس طرح مسلم اصلاح پسندوں کی مخالفت کو ایک رد عمل قرار دیا گیا۔

اس فکر کی ایک خامی جو روسی مسلمانوں کے بارے میں تاریخ نگاری میں پہلے ہی تسلیم کی جا چکی ہے وہ سماجی، سیاسی اور معاشی حالات میں تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے مسائل پر روایتی علماء کے رد عمل کی ناقص تشخیص ہے۔ در حقیقت، جیسا کہ ادیب خالد نے بھی لکھا ہے کہ روایتی روسی مسلمان علمائے کرام نے اس طرح کی تبدیلیوں کا جواب دیا تھا اور انہیں "روایت

پسند" یا "رجعت پسندوں" کے بجائے مختلف قسم کی اصلاح کے حامیوں کے طور پر پہچانا جانا چاہئے۔ روسی مسلمان اصلاح پسندوں کی کامیابی کا جشن منانے والی تاریخ نگاری کی ایک اور اتنی ہی اہم خامی یہ ہے کہ یہ ممتاز اور مشہور اصلاح پسند علما کی تحریروں کا وسیع اور بعض اوقات صرف انہی کا استعمال کرتے ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ انہوں نے کس طرح مذہبی اور سیکولر یا اسلامی اور مغربی کے مابین مفاہمت کروائی۔ لیکن ایدل یورال خطے کے اصلاح شدہ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کے لئے ان کا تعلیمی تجربہ ان کے مسلم معاشرے کی اسلامی روایات سے انحراف کا سبب بنا، جس کے نتیجے میں وہ اجنبیت کا شکار ہوئے۔

ایدل اورال مدارس کا بنیادی کام ایسے متقی اور پرہیز گار مسلمان افراد کی تشکیل تھا جو اپنے اپنے معاشروں میں ایک اعلیٰ معیار اور اخلاقیات کو برقرار رکھ سکیں، لیکن اصلاح شدہ مدرسوں نے اس کام کو کرنا چھوڑ دیا۔ انہیں ابھی بھی برائے نام "مدرسہ" کہا جاتا تھا، لیکن ان کا پیش کردہ تعلیمی نصاب اور مندرجات اسلامی سے زیادہ یورپی یا مغربی تھے۔ مزید برآں، ان کے طلباء اکثر یورپی یا مغربی نظریات کے لبرل اور ترقی پسند عناصر کو گلے لگا لیتے تھے۔ خاص طور پر ۱۹۱۰ کی دہائی میں، جب سن ۱۹۰۵ کے بعد کے انقلابی دور کے لبرل ماحول نے سینٹ پیٹرزبرگ کے بحال شدہ اختیار کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ روسی سامراجی انتظامیہ بھی اس صورتحال کی بابت محتاط ہو گئی۔ شاہی انتظامیہ کا دعوی تھا کہ اگر مدارس واضح طور پر مذہبی ادارے ہوتے تو انہیں خصوصی طور پر مذہبی مضامین کی تعلیم دینی چاہئے اور اپنے طلباء کو سیاست سے دور رکھنا چاہئے۔ اگرچہ اس تنبیہ کی اصل وجہ ایک بے بنیاد مفروضہ تھا کہ روس کے مسلمانوں میں علیحدگی پسند اور الوحدۃ الِاسلامیۃ تحریک وجود پا رہی ہے۔ لیکن اصلاح یافتہ مدرسوں کے منتظمین کے لئے ضروری تھا کہ وہ پولیس اور وزارت برائے عوامی روشن خیالی کو اس بات کا یقین دلاتے ہوئے اپنے سکولوں کو بند ہونے سے بچائیں کہ وہ خصوصی طور پر مذہبی اداروں کو چلاتے ہیں، جن کو "مدرسوں" کی درجہ بندی میں ہی رہنا چاہئے اور لہذا ان کو کچھ نہ کہا جائے۔ اس طرح کے شکوک وشبہات کے نتیجے میں ۱۹۱۱ میں پولیس نے بابی مدرسہ اور تقریبا ستر دیگر اصلاحی مکاتب و مدارس کو بند کر دیا۔ ۱۹۱۷ میں بالشویک انقلاب کے بعد بہت سے افراد کو اپنے دروازے بند کرنے پڑے جن میں عام مکاتب اور مدارس بھی شامل تھے، لیکن سوویت حکام نے محسوس کیا کہ زیادہ تر اصلاح یافتہ مدارس کے فارغ التحصیل افراد کی تربیت زار یا سوویت ثانوی اسکولوں کے فارغ التحصیل افراد کے برابر ہے۔ یہاں تک

ستم ظریفی ہے کہ حسینیہ مدرسہ کو اساتذہ کے ایک سوویت سکول میں تبدیل کر دیا گیا جہاں مستقبل کے اساتذہ کو ملحد سوویت شہری تیار کرنے کی تربیت دی جاتی تھی، اور اس کے لئے "مدرسہ" کے اپنے تعلیمی نصاب کی شکل اور مواد میں کوئی بنیادی تبدیلی لائے بغیر اس نصاب کو ہی استعمال کیا گیا۔

نتیجہ

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ایدل اورال خطے میں مدارس کی اصلاحات کا سلسلہ ایدل اورال کے مسلمانوں کے جدیدیت کے ساتھ ہونے والے تصادم کا نتیجہ تھی۔ اس تصادم میں جدیدیت کی نمائندگی مغربی یورپی اقدار اور طریقوں سے ہوتی تھی جو اکثر اپنی زیادہ لبرل اور ترقی پسندانہ شکلوں میں عثمانی، مصری اور سامراجی ذرائع کی کجی سے نمایاں ہوتی تھی۔ بہت سے دیگر مقامات کے مسلمانوں کو بھی مغربی جدیدیت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ یہ ایک شدید موثر عالمی رجحان بن چکا تھا۔ کیون ایچ اواورورک (Kevin H. O’Rourke) اور جیفری جی ولیم سن (Jeffrey G. Williamson) "عالمگیریت میں پہلی تیزی" کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایک عالمی معیشت کی تشکیل ہے جو نہ صرف باہم منسلک ہے بلکہ منڈیوں کے باہمی ربط و انحصار پر بھی مبنی ہے، جو تقریباً ۱۸۷۰ اور ۱۹۱۴ کے دور پر مبنی ہے۔ لیکن جب ہم اسلام اور جدیدیت دونوں کے تصورات کو بیان کر کے آگے بڑھتے ہیں، تو ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ مسلم معاشرے میں نہ تو اس کے عناصر اور نہ ہی اس موازنے کے نتائج یکساں تھے اور نہ ہی ان کی ضرورت تھی۔ وہ راستے اور طریقہ عمل جن کے ذریعے مغربی یورپ کی اقدار کسی مخصوص مسلم معاشرے تک پہنچیں اور وہ ادارے اور گروہ جنہوں نے ان اقدار اور طریقوں کا خیر مقدم کیا یا ان کے خلاف مزاحمت کی، وہ یقیناً ایک واضح فرق کا سبب بنے۔

عام تعلیم کے مصری اور خاص طور پر عثمانی اداروں نے ایدل اورال خطے کے ابتدائی اصلاح پسندوں کو متاثر کیا۔ تاہم انیسویں صدی کے آخر میں جب اصلاحات کے پہلے اقدامات عمل میں آئے تو اس خطے کے قانونی اور انتظامی حالات نے ان اصلاح پسندوں کو عثمانی سلطنت کی طرح تعلیمی اداروں کے قیام کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے اپنی توانائیاں کا رخ اپنے

مدرسوں میں اس نصاب کو متعارف کروانے میں لگانا شروع کر دیں جو انہوں نے عثمانی عام سکولوں کے نصاب سے لیا تھا۔ اس اقدام کو ابھی تک اسلامی نقطہ نظر کے اندر رہتے ہوئے زیر عمل لایا جا رہا تھا۔ یہ ان علماء کی طرف سے ایک کوشش تھی جو اسلامی روایت سے مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے اور جدیدیت کی غیر معمولی کیفیت کو اسلام کے فطری پیغام سے ہم آہنگ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود، خاص طور پر ۱۹۰۵ کے بعد طلبہ کے دباؤ، عام تعلیم حاصل کرنے والے اساتذہ اور روس کے سماجی و سیاسی ماحول میں بدلاؤ ایدل اور ال خطے میں تعلیمی اصلاحات کا سبب بنا جو اسلامی روایات سے دوری کی وجہ بنی۔ ۱۹۱۰ کی دہائی تک ایدل اور ال خطے کے اصلاحاتی مدارس اس حد تک تبدیل ہو چکے تھے کہ یہاں تک کہ عثمانی مغرب پرسٹ جو عثمانی مدارس کی اصلاح میں دلچسپی رکھتے تھے، روس کے ان اصلاح شدہ مدارس کی طرف بطور نمونہ پیروی کرنے کے لئے اشارہ کر سکتے تھے۔ اس لیے وولگا یورال خطے کے اصلاح شدہ مدرسوں کا موازنہ سلطنت عثمانیہ یا مصر کے مغربی تعلیمی اداروں سے کرنا زیادہ معنی خیز ہے، جن کو مورخین نے "اسلامی" کی بجائے عام طور پر "مغربی" کی حیثیت سے بیان کیا ہے، بجائے اس کے کہ ان کا موازنہ روس سے باہر ان مدارس سے کیا جائے جن میں اصلاحات بیسویں صدی کے اوائل میں ہونا شروع ہوئیں، جیسے مصر کی الازہر میں بیسویں صدی کے درمیان میں، ہندوستان میں دیوبند اور یہاں تک کہ عثمانی مدارس جہاں ۱۹۰۸ کے بعد اصلاحات نے زور پکڑا۔

مدارس کی مغربی طرز کے تعلیمی اداروں میں اس ادارہ جاتی نوعیت کی تبدیلی کا نتیجہ، باوجود اس کے کہ "مدرسہ" کا نام نہاد خطاب محفوظ رہا، ایک اساسی نظریاتی تبدیلی تھی جو اسلام سے کسی اور چیز کی طرف تھی، جو سیکولر جدیدیت کی غیر واضح حدود کے اندر انفرادی اور سماجی اصلاح اور احیاء کی تلاش کی کوشش تھی۔ حالات عدم استحکام کا شکار تھے اور سوویت یونین میں سوشلزم کے استحکام تک کسی ایک نقطہ نظر کی شناخت مشکل ہے جس نے اس تبدیلی کے دور میں اسلام کی جگہ لی ہو۔ تاہم یہ امر اہم ہے کہ اصلاحی مدارس کے اس اہم موڑ پر طلباء نے اسلام کے ساتھ اپنی عقیدت کا طوق اتار پھینکا اور علما کی صفوں کو ترک کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے سلطنت عثمانیہ اور مصر کے مغربی طرز کے تعلیمی اداروں کے تعلیم یافتہ طلبا کی طرح اسلام کے دائرے کو ایک سیکولر اور عالمگیر دنیا کے لئے توڑ دیا۔ لہذا ایدل اور ال خطے میں مدرسہ اصلاحات نے نہ صرف اسلامی روایت کی تعمیل کی ضرورت کے بارے میں رویوں میں تبدیلی کی شروعات کی بلکہ اس روایت کو برقرار رکھنے اور اس سے

جوڑنے کے لئے مطلوبہ اختیاراتی ڈھانچے کو اس کے شرکاء سے الگ کر دیا۔ ایدل اورال خطے میں مدارس کی اصلاح، اسلامی نقطہ نظر میں رہتے ہوئے اسلامی روایت میں تعمیری تبدیلی سے ماوراء ایک صورت اختیار کر گئی۔ یہ اسلامی روایات سے دور ہو گئی اور "اسلام کے اندر رہتے ہوئے" اصلاح نہیں کہلائی جا سکتی۔

چاہے یہ اقدام مسلم دنیا میں ایک عام رجحان کی نمائندگی کرتا ہو یا ایدل اورال مسلمانوں کی تاریخ کی ایک انوکھی مثال ہے، اس بات کا تعین وہی کر سکتے ہیں جو دوسرے مسلم معاشروں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بہر صورت، یہ بحث مسلمانوں میں اصلاحی سرگرمیوں یا ایسی کسی بھی سرگرمی کو "اسلامی" یا "اسلام کے مطابق" قرار دینے میں علمی و تحقیقی احتیاط کا مطالبہ کرتی ہے۔ مسلمان گروہوں اور اداروں کی بنیادوں سے شروع ہونے والے اقدامات اسلامی روایت سے دور ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہونے والی نظریاتی تبدیلی ایک ایسے مقام پر لے جا سکتی ہے جہاں اسلامی روایت اپنی اہمیت اور روح کھو دیتی ہے۔